نرگسِ شہلا

انتخابِ

غزلیات طاہرہ

مع اردو ترجمہ

از غنی غیور

NARGIS-E-SHAHLA

by

Ghani Ghayoor

Year of Edition 15 April 2023
ISBN :
Price Rs

نام کتاب : نرگس شہلا
مؤلف : غنی غیور
سن اشاعت : ۱۵/اپریل ۲۰۲۳ء
تعداد :
قیمت :
سرورق :
زیرِاہتمام :
پتہ :

Top Hill, Near Green Valley Colony
Upper Jallalabad Sunjwan,
Jammu
Pin Code 181152
Mobile No. +91-9419791802 | 7889837758

انتساب

تاج زرّین، قرۃالعین طاہرہ

کے نام

وگر به نرگس شهلا خویش سُرمه کشم
بروزِ تیره نشانم تمام دنیا را
(طاہرہ)

پیش لفظ

قرۃالعین طاہرہ کی شخصیت

طاہرہ ۱۸۱۴ءاور ۱۸۱۷ء کے بیچ میں قزوین شہر ایران میں پیدا ہوئی تھیں ان کے والد کا نام عالم آیت اللہ برغانی تھا ان کی شادی شیخ محمد تقی سے ہوئی تھی طاہرہ کی ذہانت اور فطانت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے والد اور اُن جیسے علماء کو بحوث میں لاجواب کر دیتی تھیں ۔ طاہرہ نے مروجہ عقائد پر انگلی اٹھائی اور مجتہدین کو سوالیہ نشانات سے عاجز کر دیا تھا ۱۸۵۰ عیسوی میں ایرانی بادشاہ ناصر الدین قاچار نے طاہرہ کو بغاوت کے الزام میں سزائے موت دی ۔محمد علی باب کی مہدویت پر ایمان لانے والے ۱۸ حروف حی میں شامل ہیں سید کاظم رشتی نے انہیں طاہرہ کا خطاب دیا وہ بابی مذہب کی پہلی مبلغ خاتون تھیں ۔ایران کے مجتہدین نے طاہرہ کے خلاف ہو گئے وہ نہیں چاہتے تھے اس معاشرہ میں عورتوں کو آزادی مل جائے، کچھ مجتہدین نے اس کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ایرانی تاریخ میں طاہرہ حقوق نسواں اور حریت کی علمبر دار کی حیثیت رکھتی ہیں ۔

قرۃالعین طاہرہ ایران میں حقوق نسواں پر بات کرنے والی پہلی خاتون تھیں ۔ انہوں نے ۱۸۴۸ء میں بابی مذہب قبول کرنے سے ۴ سال قبل حقوق نسواں اور عورت کے مرد کے برابر حقوق کی بات کی تھی ۔ یہاں ہم بابی مذہب سے ہٹ کر طاہرہ کی غزلیات جو ادب کا گرانمایہ حصہ ہیں کو اردو میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے ۔

طاہرہ بہادر عورت تھی شاہ قاچار کے اردوں کو اچھی طرح بھانپ لیا تھا جب قاچار کے سامنے پیش کیا گیا تھا تو اس نے برمحل یہ شعر پڑھا۔

شعر

تو و ملک و جاہ وسکندری، من و رسم و راہ قلندری

اگر آن خوش است درخوری، ورنہ ایں بدست دہ مراسزا

قرۃ العین طاہرہ

یعنی تجھے اگر ملک و جاہ اورسکندری پسند ہے تو مبارک ہو اور مجھے یہ راہ و رسم قلندری ہی بھلی ہے تو جو چاہے مجھے وہ سزا دے ۔ کہتے ہیں یہ سنکر بادشاہ طیش میں آ گیا اور بعض کہتے ہیں کہ طاہرہ کے سر کے بالوں گھوڑے کے سموں سے باندھا اور پھر گھسیٹ گھسیٹ کر مار ڈالا۔ بعض کہتے ہیں قاچار کے کارندوں کے حکم سے ایک حبشی غلام نے ایلخانی باغ میں کو قرۃ العین طاہرہ چونتیس سال کی عمر میں گلا گھونٹ کر ابدی نیند سلا دیا اور وہیں کسی گمنام گڑھے میں طاہرہ کے جسد کو دفنا دیا۔

علامہ اقبال اور طاہرہ

قرۃ العین طاہرہ نے اپنے من کا بوجھ مشہور زمانہ غزل ”گر بتو افتدم نظر، چہرہ بہ چہرہ رو بہ رو“ میں انڈیل دیا ہے بیشک یہ فن پارہ دنیا کے ادب کا گرانمایہ اثاثہ ہے اردو کے شعرا میں اقبال طاہرہ کے زبردست مداح تھے جون ایلیا اور احمد فراز نے ان کے اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔

علامہ اقبال نے ”جاوید نامہ کے نامہ“ کے ایک باب ”فلکِ مشتری“ میں منصور حلاج، غالب اور قرۃ العین طاہرہ کی ارواح کو بہشت میں دیکھا ان تین مقدس ارواح کا ذکر کیا ہے ان میں کہا:

پیشِ خود دیدم سہ روحِ پاکباز
آتش اندر سینہ شاں گیتی گداز
در برِ شاں حلّہ ہائے لالہ گوں
چہرہ ہا رخشندہ از سوزِ دروں
در تب و تابے ز ہنگام الست
از شرابِ نغمہ ہائے خویش مست

(علامہ اقبال)

یعنی میں اپنے روبرو تین روحوں جن کے دلوں میں سوز وگداز تھا کو دیکھا ان کے بدن پر سرخ ملبوس تھے اور سوز سے چہرے چمک رہے تھے۔ وہ عہد الست کی شراب کے نشہ سے سرشار تھے۔

جون ایلیا اور قرۃ العین طاہرہ

محتسب است شیخ و من، صحبت عشق درمیان
از چہ کنم مجابشاں ، پختہ یکے و خام دو

(قرۃ العین طاہرہ)

عشق کی بحث کے حریف، واعظ و شیخ اور میں
بحث سے فائدہ ہی کیا، پختہ ہے ایک، خام دو

(ترجمہ از جون ایلیا)

احمد فراز نے قرۃ العین کو کی غزل کو اردو قالب میں ڈھالا ہے

تجھ پہ اگر نظر پڑے تُو جو کبھی ہو رُو برو
دل کے معاملے کروں تجھ سے بیان دو بدو

ہے تیرے غم میں جانِ جاں آنکھوں سے خونِ دل رواں
دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جُو بہ جُو

قوسِ لب و خُمِ دَہن، پہ دو زلفِ پُر شکن
غنچہ بہ غنچہ گُل بہ گُل لالہ بہ لالہ بو بہ بو

دامِ خیالِ یار کے ایسے اسیر ہم ہوئے
طبع بہ طبع دل بہ دل مہر بہ مہر خو بہ خو

ہم نے لباس درد کا قالبِ جاں پہ سی لیا
رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ تار بہ تار پو بہ پو

نقش کتابِ دل پہ تھا ثبت اُسی کا طاہرہؔ
صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا پردہ بہ پردہ تو بہ تو

(احمد فراز)

قرۃ العین طاہرہ کا تھوڑا سا کلام ہی دست برد زمانہ سے بچا ہے لیکن اس کلام میں بے پناہ سوز و گداز ہے اور دنیا کے شاعروں اور عشاق نے اسے پسند کیا ہے میں نے بھی شعری مجموعہ ''قلم قلم روشنی'' میں ایک قطعہ میں طاہرہ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

طاہرہ قرۃ العین کو خراج تحسین

جلتا رہا بجھتا رہا میرا دیا کرتا بھی کیا
ظلمات میں چلتا تن تنہا رہا کرتا بھی کیا

ہاتھوں میں اک مشعل پرانی وضع کی تھی دوستو
گرتا رہا اٹھتا رہا آگے بڑھا کرتا بھی کیا

اپنی پڑی تھی فکر سب کو دوسروں سے بے خبر
بھائی بلندی پر کوئی پستی میں تھا کرتا بھی کیا

آگے دکھائی دی مجھے، مارِ گزیدہ وہ بہن
حد سے زیادہ درد میں مبتلا، کرتا بھی کیا

کیوں پھاڑ ڈالی ایک پاگل نے ردا اس کی غنی
پتھر کے ٹکڑے ڈھونڈتا میں رہ گیا کرتا بھی کیا

بر دختر ایران، سلامی از منی ہندی نژاد
سنگِ ملامت بود در دستِ ریا، کرتا بھی کیا

(غنی غیور)

۸؍اپریل ۲۰۲۳ — سنجواں، جموں

غزلیات طاہرہ کا اردو ترجمہ

غــزل ۱

بدیار عشق تو مانده ام زکسے ندیده عنایتی

بغریبیم نظری فکن که تو پادشاه ولایتی

میں تمہارے دیارِ عشق میں ہوں کسی سے کوئی عنایت نہیں دیکھی، اے جہان کے بادشاہ میری غریب الوطنی پر ایک نظر ڈال۔

گنهی بودمگرای صنم که زسرعشق تودم زنم

فهجـــر تنی وقتلتنی و اخذتنـــی بجنـــایتی

تمہارے عشق کا دم بھرنا کوئی گناہ ہے کہ تم مجھے اس طرح فراق میں قتل کرتے اور میرے جرم پر مواخذہ کرتے ہو۔

شده راه طاقت و صبر طی بکشم فراق تو تا بکی

همه بند بند مرا چونی بود از غم تو حکـــایتی

اب صبر کی طاقت نہیں؟ تمہاری جدائی میں میرے بدن کا ہر بند، بانسری کی مانند تمہارے غم کی حکایت سنا رہا ہے۔

عجزالعقول لدرکه هلـــک النفوس لوهمـــه

به کمال تو که برد رهی نبود بجز تو نهـــایتی

عقلیں اس کے ادراک سے عاجز ہوگئیں اور حواس اس کا وصف بیان کرنے میں

قاصر ہیں ۔تیرے توجہ کے بغیر تیرے کمال کا احاطہ کرنا محال ہے ۔

چو صبا برت گذر آورد ز بلا کشان خبر آورد

رخ زرد و چشم ترآورد چه شود کنی تو عنــایتی

بادِصبا تمہارے بلاکشوں کی خبر لاتی ہے ۔ چہرہ زرد اور آنکھ پرنم پر اگر تو عنایت کرے تو کیا ہو ۔

قدمی نهی تو به بسترم سحری ز فیص خود ازکرم

به هوای قرب تو بر پرم به دو بال دهم بجناحتی

اگر تو از راہ مہر، سحر کے وقت میرے بستر پر اچانک قدم رکھے تو میں دونوں پروں سے پرواز کرجاوں اور تیرا قرب حاصل کرلوں

برهانیم چو از این مکان بکشانیم سوی لامکان

گذرم زجان و جهانیان که تو جان و جانده خلقتی

اگر تو مجھے اس مکان سے نجات دلائے اور لامکاں کی طرف لیجائے تو میں اس جہان اور اپنی جان سے گزرجاؤں ۔یعنی سب کچھ قربان کردوں کیونکہ میری جان تم ہی ہے اور جان عطا کرنے والا بھی تم ہو ۔

غزل ۲

جوانی چه آورد پیری چه برد

بُتِ خورد سال ومی سال خورد

جوانی نے کیا دیا اور بڑھاپے نے کیا لیا۔ بڑھاپا مدھ بھری جوانی کا دشمن ہے وہ معشوق چھوٹی عمر والا اور پرانی شراب میسر ہو جائے تو پھر کیا چاہئے۔

بت خورد سالی که یک جلوه اش

ببرد از دل اندیشه خواب و خورد

وہ نوخیز معشوق جس کا جلوہ نیند اڑاتا ہے اور کھانے پینا چھڑاتا ہے۔ یعنی ایسا معشوق ہے کہ اسے دیکھ کر بھوک اور پیاس ختم ہو جاتی ہے۔

می سال خوردیکه یک قطره اش،

نخورد آنکه مُرد و نمُرد آنکه خورد

وہ پرانی شراب پینے والے کی عمر لمبی ہو جاتی ہے اس شراب سے منہ موڑنے والی عمر چھوٹی ہو جاتی ہے۔

ز یک خم دهد ساقی روزگار

ترا صاف صاف و مرا دُرد دُرد

وہ زمانے کا ساقی تجھ کو شراب کا بھرا ایک گھڑا عنایت کرتا ہے اور مجھے بس تلچھٹ ہی دیتا ہے۔

مراد ۔شکوۂ عنایت مرشد

هزاران اسیروینند و یکی

غبار علائق ز قلبش سترد

اس ساقی کے ہزاروں اسیر یعنی غلام ہیں ۔لیکن علائق دنیوی کی غبار کسی ایک آدھ نے ہی جھاڑی ہے ۔یعنی حب دنیا سے نجات پانے والا کروڑوں میں کوئی ایک ہی ملتا ہے ۔

نه بازی است رفتن بمیدان عشق

كه از صد هزاران یکی پا فشرد

عشق کے دعوی ہزاروں لوگ کرتے ہیں لیکن اس میدان میں پاوں کوئی ایک آدھ ہی آزمائش میں کامیاب ہوتا ہے ۔

ز طوطی دعا دعوی از مدعی است

ببینیم تا گوی میدان که بُرد

طوطی کے منہ میں دعا کے سر تال ہیں جب کہ حریفوں اور جھوٹے دعویداروں نے سر پر دعوؤں کا گٹھڑا اٹھایا ہے دیکھتے ہیں میدان کون جیتتا ہے ۔

غزل ۳

اگر به باد دهم زُلفِ عنبر آسا را

اسیر خویش کنم آهوانِ صحرا را

اگر میں اپنی خوشبودار زلفوں کو صبا کی ہوا میں جھٹک دوں تو صحرا کے ہرن اسیر ہو کر میرے پیچھے چلے آئیں۔

و گر به نرگسِ شهلای خویش سُرمه کشم

بروز تیره نشانم تمام دنیا را

اگر میں اپنی نرگس شہلا آنکھ میں سرمہ لگا کر دیکھوں تو دنیا روز روشن گھپ اندھیرا ہو جائے۔یعنی سورج خیرہ و تیرہ ہو جائے۔

برای دیدن رویم سپهر هر دم صبح

برون برآورد آئینه مطلّا را

میرا چہرہ دیکھنے کے لئے آسمان صبح سویرے اپنا چاندی نما شیشہ لئے پردۂ تاریکی سے باہر آتا ہے

گذار من به کلیسا اگر فتد روزی

بدین خویش برم دخترانِ ترسا را

اگر کسی روز میرا گذر کلیسا کی طرف ہو جانے کے بعد تو عیسائی لڑکیاں بائبل کے بول بھول جائیں۔

گاه از وصالت شادم نمائی

گاه از فراغت سازی نزارم

او میرے محبوب میں نے عشق کا دم بھر کر کونسا جرم کیا ہے۔کبھی تو مجھے فراق میں مبتلا کرتے ہو اور کبھی قتل کرتے ہو۔

چنان گرم از میت ای دلستانم

که دلسرد از بهشت جاودانم

اے ساقی میں تیری شراب کے نشہ سے اسطرح سرشار ہوں کہ مجھے بہشت کی بھی طلب نہیں رہی۔

غــزل ۴

ای خفته رسید یار برخیز

از خود بنشان غبار بر خیز

اب جاگ جائیے وہ آگیا ہے جسم سے غبار جھاڑ، اب تو جاگ جا۔

هین بر سر مهر و لطف آمد

ای عاشق زار یار برخیز

وہ اپنے مہرو کرم کے ساتھ آگیا ہے اے پریشان عاشق اب تو جاگ جا

آمد بر تو طبیب غم خوار

ای خسته دل نزار برخیز

تیرا غم خوار طبیب آگیا ہے اے پریشاں حال دکھی دل شخص اٹھ کھڑا ہو

ای آنکه خمار یار داری

آمد مه غم گسار برخیز

اے وہ شخص جو دوست کا عشق رکھتا ہے وہ غم دور کرنے والا آگیا ہے اٹھ کھڑا ہو۔

ای آنکه به هجر مُبتلائی

شد موسم وصل یار برخیز

اے وہ شخص جو دوست کے ہجر وفراق میں مبتلا ہے وصال کا موسم آگیا ہے اٹھ کھڑا ہو۔

ای آنکه خزان فسردۂ کردت

اینک آمد بهار بر خیز

خزاؤں نے سب پتے پیلے اور فسردہ کردیے تھے وہ بہار لے کر آیا ہے اٹھ کھڑا ہو

هان سال نو و حیات تازه است

ای مردۂ لاش پار برخیز

نیا سال یعنی بہار حیات تازہ کا پیغام لے کر آئی ہے اے پرانی لاش یعنی تن مردہ، اٹھ کھڑا ہو۔

غـــزل ۵

بخیالت ای نکورو ہمدام باشد این دِل
بجمالت ای نکوخو بکلام باشد این دِل

میرا دل ہمیشہ تیرے خیال میں ڈوبا رہتا ہے ۔اے نیک خومحبوب میرا دل تیرے جمال سے ہر گھڑی ہمکلام رہتا ہے۔

چو نموده ای بافسون بدل حزین پر خون
که مسلسل از نظاره به هیام باشد این دِل

یہ کیا جادو کیا ہے تو نے کہ یہ دل بیچارہ خون میں ڈوبا ہوا ہے تیرے عشق کے نظارے نے اس کے معمول کی حرکت بھی چھین لی ہے۔

به جمال حسن رویت بتتار مشک مویت
بحصار بزم کویت بمرام باشد این دِل

تیرے چہرے کے جمال اور خوشبو دار زلف کے کنڈل اور، تیرے کوچہ کی بھیڑ میں میرے اس دل نے اپنی مراد پائی ہے۔

چو بخوانیش به محضر بریش بعزّ منظر
بجلال و شوکت و فر بنظام باشد این دِل

اگر تو مجھے اپنے خوان کرم پر بلا کر عزت بخشے تو میرا دل بھی ۔لوگوں میں جلال و شوکت اور کروفر پا جائے۔

چو بجذب روی مهوش شده ام غریق آتش

نشود دگر که سرخوش ہمغام باشد این دِل

جب تو اپنے چہرہ کی کشش سے مجھے اپنی طرف کھینچ لے اور اپنی محبت کی آگ میں غرق کرتا ہے تو کسی بادل میں ہمت نہیں کہ وہ اس محبت کی آگ کو بجھا سکے۔

به تلطّف و تکرّم به تعطّف و ترّحم

بر باز ما توّهم که همام باشد این دِل

مجھے وہم کی بیماری لگی ہوئی ہے اور اپنے لطف و کرم سے میری حالت پر کرم فرمائے گا تو یہ گیدڑ شیر ہو جائے گا۔ ہمام معنی شجاع، شیر

چو زماسوی برانی*زخودش بخود رسانی

زبلاء خودچشانی بدوام باشداین دِل

وہ اپنی ذات میں مست رہنے والا بی نہایت اگر اس محدود آئینے پر اپنا پرتوے جمال ڈالتا تو یہ دل مبتلائے بلا کیوں ہوتا یعنی دھک دھک کس لئے کرتا رہتا۔ یعنی بصورت دیگر اس نے منزل مراد پالی ہوتی۔

دلم شراره بارد که نسب زنار دارد

زچه رو ثمر نیارد که بکام باشد این دِل

میرے دل سے شرارے اٹھ رہے ہیں اسکا نسب آگ ہو چکا ہے وہ معشوق وصل کا پانی لے کر کیوں نہیں آیا کہ یہ دل مراد پا جاتا۔

* برانی معنی علانیتہ، من اصلح جوانیہ اصلح اللہ برانیہ؛ ای من اصلح سریرتہ اصلح للہ علانیتہ

غزل ٦

ره عشقت ای صنم شیفتۂ بلا منم
چند مغایرت کنی با غمت آشنا منم

عشق کی ٹیسیں پھولوں سے بڑھ کر تو نے مجھے اکیلا کیوں چھوڑ دیا ہے کبھی میری خبر ہی لیتا۔

پرده بروی بسته ئی زلف بهم شکسته ئی
از همه خلق رسته ئی از همگان جُدا منم

اس کی طرف زلفوں کے پیغام دیے ہیں اور منہ ڈھانپ کر بیٹھ گیا ہے۔ ساری خلق پر ڈورڈال رہا ہے اور میں سب سے الگ تھلک پڑا ہوں۔

نور توئی تتق توئی ماه تـُوئی افق توئی
خوان مرا فـُنـُق توئی شاخۀ هندوا منم

تو سراپا نور ہے اور پردۂ بزرگ بھی تو ہے چاند تو ہے اور افق بھی تو ہے میرے گھر تشریف فرما ہے میں ہندسا گ کی بیل ہوں۔

شـِیر توئی شکر توئی شاخه توئی ثمر توئی
شمس توئی قمر توئی ذرّه منم هبا منم

تو دودھ ہے تو ہی میٹھا ہے تو شاخ ہے بلکہ ثمر بھی تو ہے
تو سورج اور چاند ہے میں ایک بھونرا تیرے قدموں کی مٹی ہوں

نخل توئی رطب توئی لعبت نوش لب توئی

خواجۂ با ادب توئی بندۂ بی حیا منم

تو نخل ہے رطب بھی تو ہی رس چوسنے والا ہے تو خواجۂ بادب ہے میں تیرے اسی در کی باندی ہوں

کعبه توئی صنم توئی دَیر توئی حرم توئی

دلبرِ محترم توئی عاشق بی نوا منم

تو کعبہ ہے صنم بھی ہے میرا شوالہ و مندر بھی تو ہے میں پریشاں عاشق اور تو نہایت محترم معشوق ہے

من زیمِ تو نیم هم نی زکم و زبیش هم

چون بتو متصل شدم بی حد و انتها منم

میں تیرے بغیر ناقص ہوں اور کچھ بھی نہیں میں تجھ سے مل کر بیکراں ہو جاتی ہوں۔

شاهد شوخ دلبرا گفت بسوی من بیا

رسته ز کِبر و از ریا مظهرِ کبریا منم

اس معشوق شوخ نے کہا میری طرف آجا عشق کا دعوی تکبر ہے۔میرا چہرہ عشق کی مکمل تصویر ہے

طاهره خاکپای تو مست می لقای تو

منتظر عطا ئی تو معترف خطا منم

طاہرہ تیرے قدموں کی خاک ہے تیرے دیدار کی مشتاق۔تیری عطا کی منتظر اور ہر اک خطا کا اعتراف کرتی ہوں۔

غزل ۷

خال بکنج لب یکی طرّهٔ مشک فام دو

وائے به حال مُرغ دل دانه یکی و دام دو

اس معشوق کے ہونٹ کے تل پر اس کی دو زلفوں کے سائے ہیں میرے دل کے پرندے کی حالت نہ پوچھئے دانہ ایک ہے اور گھاتیں دو

محتسب است وشیخ ومن صُحبت عشق در میان

از چه کنم مجابشان پخته یکی و خام دو

ملا اور قاضی اندر اندر ہی آپس میں مل گئے ہیں ادھر بیچارہ عشق پختہ اکیلا کیا کرے کیونکہ اس کے مخالف دو خام کار یعنی کج عقل ہیں

از رخ و زلف ای صنم روز من است همچو شب

وائے بروزگار من روز یکی و شام دو

تیرے چہرے پر سایہ فگن زلف نے میرے دن کی روشنی چھین لی ہے اب میری بقایا زندگی ایک دن اور دو راتیں رہ گئی ہے

ساقی ماهروی من از چه نشسته غافلی

باده بیار می بده نقد یکی و دام دو

وہ چاند جیسا معشوق میری حالت سے غافل کیوں ہے اک لبالب جام کیوں نہیں پلاتا کل یعنی قیامت کو دو ملیں گے۔ یعنی دو ادھارے یا موعودہ مے کے جاموں سے نقد

ایک ہی اچھا ہے۔

مست دو چشم دلرُبا همچو قرابه پُر زمی

در کف ترک مست بین باده یکی و جام دو

اس کی مست آنکھوں سے عشق کی شراب ابل رہی ہے نشہ کا رنگ ایک ہے لیکن بھرے ہوئے پیالے دو ہیں۔

کُشته تیغ ابرویت گشته هزار همچو من

بسته چشم جادویت میم یکی ولام دو

میں کس باغ کی مولی ہوں اس کی میرے جیسے کئی اس کی اس کی ابروؤں کی تلوار سے کٹ مرے ہیں اس کی مست آنکھوں میں میم ایک اور لام دو ہیں۔

وعده وصل میدهی لیک وفا نمی کُنی

من بجهان ندیده ام مرد یکی و کام دو

وصال کا وعدہ کر کے وہ ملتا نہیں دنیا میں یہی ان ہونی اور سیاپا دیکھا وہ مرد ایک ہے لیکن اس کے منہ میں زبانیں دو ہیں۔

گاه بخوان سگِ درت گاه کمینه چاکرت

فرق نمی کند مرا بنده یکی و نام دو

چاہے مجھے اپنے در کا کتا کہے یا کمینہ چاکر کوئی فرق نہیں پڑتا میں ایک غلام ہوں اور میرے نام دو۔

غزل ۸

جذبات شوقک الجمت بسلاسل الغم والبلا

همه عاشقان شکسته دل که دهند جان برهِ ولا

تیرے عشق نے عاشقوں کو زنجیروں سے باندھا ہوا ہے اور اپنی قربانی کا بے صبری سے انتظار کر رہے ہیں۔

اگر آن صنم زره ستم پی کشتنم نهد قدم

لقد استقام بسیفه فلقد رضیت بما رضیٰ

اگر وہ معشوق ہمیں قتل کرنے کے لئے آئے تو ہم اس کی تلوار کے آگے سر جھکا دیں اور اس کی رضا پر اپنی مرضی قربان کر دیں۔

سحر آن نگارِ ستمگرم قدمی نهاد به بسترم

فاذا رایتُ جماله طلع الصباح کانّما

جب سحر کے وقت اس معشوق نے میرے بستر میں ظہور فرمایا اس کے جمال سے صبح کی پو پھوٹی۔

نه چو زلفِ غالیه باراوُ نه چو چشم فتنه شعارِ اوُ

شده نافۀ بهمه ختن شده کافری بهمه ختا

تو که غافل از می وشاهدی پی مردِعابدو زاهدی

چه کنم که کافر و جاحدی ز خلوصِ نیّتِ اصفیا

اے زاہد و عابد تو معشوق اور مے سے غافل ہے تجھے پاک لوگوں کی نیت و اخلاص پر ہمیشہ شک رہتا ہے۔

تو وملک وجاہ سکندری من و رسم وراہِ قلندری

اگرآن نیکوست تودرخوری وگراین بداست مرا سزا

تیرے مقدر تخت سکندری ہے اور میرے ہاتھ میں فقر کا پیالہ ہے اگر وہ اچھا ہے تو تجھے مبارک اور میرا بوریا میرے لئے۔

بمراد زلفِ معّلقی پی اسپ و زینِ مغرّقی

همه عُمر منکر مطلقی زفقیرِ فارغ بی نوا

تیرا شوق لمبی زلفیں گھوڑے پر خوبصورت زین ہو تیز رفتار گھوڑا ہو تو بے نوا فقیروں کا منکر ہی رہا۔

بگذر ز منزلِ ما و من بگزین بملکِ فنا وطن

فاذافعلتَ بمثل ذافلقد بلغت بماتشآء

اگر تو منزل ماومن سے گزر گیا اور فنا کے ملک میں وارد ہو گیا تو ایک دن منزل مقصود پالے گا۔

غزل ۹

ایعاشقان ایعاشقان شد آشکارا وجه حق

رفع حجب گردید هان از قدرت رب الفلق

اے عاشقو اٹھو اور اس کی قدرت کے نظارے دیکھو کیونکہ سب حجاب اٹھ چکے ہیں۔

خیزید کایندم با بهأ ظاهر شده وجه خُدا

بنگر بصد لطف و صفا آنروی روشن چون شفق

بہاء کا چہرہ حق سے سجا ہے یعنی حقیقت اس میں ظاہر ہو چکی ہے اس کا چہرہ شفق جیسا ہے۔

یعنی ز خلاّق زمان شد اینجهان خرم جنان

روز قیام است ای مهان معدوم شد لیل غسق

یہ جہاں خوشی وخرمی کے باعث رشک جنت ہے اور غسق کی رات ختم ہو چکی ہے ہر طرف نور ہی نور ہے۔شکر ادا کرنے کا وقت ہے۔

آمد زمان راستی کژی شد اندر کاستی

آن شد که آن می خواستی از عدل وقانون و نسق

یہ جھوٹ اور فریب سے بھرا جہان اس کے سچے اور پاکیزہ خیالات سن کر ڈر گیا اور اس کے عدل کا چرچا ہے۔

شد ازمیان جور و ستم هنگام لطف است و کرم

ایدون بجای هر سقم شد جانشین قوّت و رمق

جوروستم کاسّدِ باب ہو چکا ہے یہاں مہر واحسان کا چرچا ہے وہ دور گیا جب قوت روشنی کا جانشین عیب وسقم تھا

علم حقیقی شد عیان شد جهل معدوم از میان

برگوبشیخ اندر زمان بر خیزوبرهم زن ورق

علم حقیقی کا ظہور ہو چکا ہے اور جہالت نے سر جھکا لیا ہے شیخ سے کہو وہ کوئی اور ورق پھولے۔

بود ازچه عمری واژگون وضع جهان از چند وچون

هان شیر آمد جای خون باید بگردانی طبق

جہان کی وضع الٹ پلٹ ہو چکی تھی گلیاں لہو سے بھری تھی اب دودھ کے مٹکے اچکے ہیں سچی نیتوں والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے دسترخوان بچھائیں۔

گرچه باندازِ ملل ظاهر شده شاهِ دُوَل

لکن بلطف لم یزل برهاند از ایشان غلق

شاہ نامدار اور صاحب دولت کا ظہور ہو چکا ہے اس کے رعب و دبدبہ سے ظلمتوں کے محل کانپ رہے ہیں اس کے کرم سے کوئی اغلاق واشکال نہیں رہی۔

غزل ۱۰

چو ظهور آن شه ما عرف عظمت شئون جلاله

بجهانِ جان شُده از شرف حسنت و عزّ مقاله

جب سے اس بادشاہ کا ظہور ہوا تو میری روح کے جہان میں حسن و جمال کے چار چاند لگے ہیں

همه جانِ جُملهٔ انس وجان شده درقدوم وی ارمغان

به تعشّق آمده عاشقان قـُتِل سبیل وصاله

سارے انسان اور جنات اس کے قدموں میں جھکے پڑے ہیں اور زندگی موت داو پر لگائی ہے۔

طلع البهاء و اشرقت ظهر البهاء والمعت

قلل الوجُود نسیّرت فلکاً لوجه جماله

بہاء کے کرم کا سورج اب چراغوں میں آچکا ہے اور دیو پیکر پہاڑ اس کا طواف کر رہے ہیں۔

همه آیه های مسلسله ز لسان او شده نازله

همه انبیأ مهر وله متبّر جسـًا بجماله

ساری نشانیوں کا ورود و نزول اس کی زبان سے ہو رہا ہے سارے برگزیدہ ارواح اس کے جمال پر متوجہ ہیں۔

غزل ١١

چشم مستش کرد عالم را خراب

هر که دید افتاد اندر پیچ و تاب

اس کی مست ومخمور آنکھوں نے دنیا کو پیچ وتاب مبتلا کر دیا ہے جو بھی دیکھتا ہے مست ہو جاتا ہے۔

گردش چشم وی اندر هر نظر

می رباید جملۀ اهل لباب

اس کی آنکھوں کی گردش ہر خردمند کا صبر وقرار چھینتی ہے یعنی اپنے عشق میں مبتلا کرتی ہے۔

گو چه آید زین دل مجنون محض

کوزده در خیمۀ لیلیٰ قباب

مجنوں لا دل کیا کرتا۔وہ لیلی کے خیمہ کا گنبد ہو گیا۔

خیمۀ آتش نشینان پُر شرر

آتش با شُعله زد در هر حجاب

ہم اس سوزناک خیمے کے پیچ ہیں یہاں ہر حجاب اتار کر ہی آنا نہیں تو خاکستر ہو جائے گا۔

گر نه باشد نار مُوسیٰ در ظهوُر

از چه کل محوند و اندر اضطراب

اگر تیرے دیدار میں موسیٰ کی آگ یعنی جلوہ طور نہیں تھا تو پھر لوگ کیوں تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہیں۔

خواهم از ساقی بجامم طفحه ی

تا بگویم با تو سرّ ما اجاب

میں اپنے ساقی یعنی مرشد سے ایسی شراب کی طلب کرتی ہوں جو پی کر میں اسرار فاش کر دوں۔

هان نگر بر ما بعینِ باصره

تا ببینی وجه حق را بی نقاب

ایسی نظر ڈال مجھ پر کہ تیرے چہرے کی نکتہ سنج ہو کر سب مغالطے دور کر دوں گا۔

آمد از شطر عمائی در نزول

با تجلّیِ رخی چُون آفتاب

وہ کس جہان سے یہاں ظاہر ہوا ہے اس کے چہرے سے سورج کی شعائیں پھوٹ رہی ہیں۔

غزل ۱۲

گربتو افتدم نظر، چهره بہ چهره رو به رو
شرح دہم غم تورا نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو
یعنی اگر تم پر میری نگاہ بالمقابل پڑے تو پڑے تو میں اپنا غم کا مفصل بیان کروں
ازپئے دیدن رخت، ہم چوصبافتادہ ایم
خانہ نہ خانہ، چر بہ درکوچہ بہ کوچہ کو بہ کو
یعنی تمہاری دیدار کے لئے میں بادصبا کی طرح ہر طرف آوارہ پھر رہی ہوں۔
می رود از فراق تو، خون دل ازدو دیدہ ام
دجلہ بہ دجلہ، یم بہ یم،چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو
یعنی تمہارے فراق میں میری دو آنکھوں سے دریا دریا۔خون دل بہہ رہا ہے
بردچشم وخال تو صید نمودہ مرغ دل
طبع بہ طبع دل بہ دل، مہر بہ مہر خو بہ خو
تمہاری چشم اور خال نے میرے دل کے پرندے کو طبعاً اسیر و پابند بنالیا ہے۔
یعنی دردہان تنگ تو، عارض وعنبریں خطت
غنچہ بہ غنچہ، گل بہ گل، لالہ بہ لالہ، بو بہ بو
تیرے تنگ دہن تیرے عارض ورخسار میں گل وگلزار کا تماشا ہے

مہرتورا، دل خزیں بافتہ برقماش جان

رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ،تار بتار، پوبہ پو

یعنی تیری مہر ومحبت نے میرے دکھی دل کے تارو پود کی شیرازہ بندی کردی ہے

دردل خویش طاہرہ گشت وندید خبرتورا

صحفہ بہ صحفہ، لا بہ لا، پردہ بہ پردہ،تو بہ تو

میں نے اپنے دل کی سیر کی اوراس کے ہر پنے اور پردہ صفحہ پر تجھی کو پایا.

ابرو و چشم و خال تو صید نمودہ مرغ دل

طبع بطبع دل بدل مہر بمہر و خو بہ خو

مرغِ دل کو تیرے ابروچشم اورحال سے مکمل اور پوری طرح سے شکار کرلیا ہے۔

مهر تو را دل حزين بافته بر قماش جان

رشته به رشته نخ به نخ تار به تار پو به پو

تیری مہر ومحبت نے جان ودل کو کلیتاً باہم ملادیا ہے۔

در دل خويش طاهره گشت و نديد جز تو را

صفحه به صفحه لا به لا پرده به پرده تو به تو

تیرے سوا کسی دوسرے کوئی نشان تک موجودنہیں یعنی اُس کے دل میں فقط تم ہی تم ہو۔

غزل ۱۳

لمعات وجهک اشرقت و شعاعُ طلعتک اِعتلا
زچه روالستُ بربّکم نزنی بزن که بلیٰ بلیٰ

اس کے چہرے کی چاندنی سے میری آنکھوں میں نور وبصیرت ہے۔ میں الست بربکم کے نعرہ کیوں نہ لگاوں بلکہ میں تو بہر حال یہ نعرہ لگاوں گی

بجوابِ طبلِ الستِ تو ز ولا چو کوس بلا زدم
همه خیمه زد بدرِ دلم سپهِ غم و حشم بلا

جب سے میں تیرے طبل الست بربکم کا جواب محبت سے دیا ہے تو مجھ پر بلاؤں کا ہجوم ٹوٹ پڑا ہے۔

من وعشق آن مه خوبرُو که چو زد صلای بلا بر او
به نشاط و قهقهه شد فرو که انا الشّهید به کربلا

جب سے میں اس معشوق سے عشق کے بدلہ پیش آنے والے مصیبت کا صلا اس کے آگے لے لیا تو یہ اچنبھا ہوا کہ میں بھی شہید کربلا جیسی ہوں

چوشنید نالۂ مرگ من پی ساز من شد و برگ من
فمشی الیّ مهر ولا و بکیٰ علیّ مجلجلا

میری میت پر آنسوؤں کا دریا امڈ پڑا پھر وہ میت کے پاس آکر کھڑا ہوا اور آہ و بکا گرم ہوا۔

چه شود که آتش حیرتی زنیم بقُلـّۀ طوُرِ دل

فسککتهُ و دککتهُ متدکدکاً متزلزلا

دل کے پہاڑ کی چوٹی پر ایسی آگ لگائی ہے کہ آئے دن پست سے پست تر ہو رہا ہے۔

پی خوانِ دعوتِ عشق اوهمه شب زخیل کروبیان

رسد این صفیر مهمینی که گروه غمزده الصلا

دعوتِ عشق کا دسترخوان پر رات بھر بیان جاری رہتے ہیں تیرے غمزدوں کی یہی جزا ہوتی ہے۔

تو که فلس ماهی حیرتی چه زنی زبحر وجوُد دم

بنشین چو طاهره دمبدم بشنو خروش نهنگ

تو مچھلی کی درم کی طرح وجودِ کے سمندر سے حیرت میں کیا پڑا ہے طاہرہ کی طرح ہو جا اور مگرمچھوں کی غراہٹ سن۔

غزل ۱۴

هان صُبح هُدیٰ فرمود آغاز تنفس
روشن همه عالم شد زآفاق و ز آنفُس

ہدایت کی صبح ہو چکی ہے،اس کے تنفس سے ساری دنیا روشن ہو چکی ہے۔

دیگرننشیند شیخ بر مسندِ تزویر
دیگر نه شود مسجد دُکان تقدّس

اب مزید شیخ مکروفریب کی مسند پر نہیں بیٹھے پر نہیں بیٹھے گا،اب شیخ کے تقدس کی دکان نہیں کھلے گی۔

بریده شود رشتۂ تحت الحنک از دم
نه شیخ بجا مانَد و نه زرق و تد لّس

پگڑی کا وہ حصہ جو گردن کے نیچے سے پھیر کر سر کے اوپر باندھا جاتا ہے سانس کے جوش وتلاطم سے توڑ دیا جائے تاکہ شیخ کا دروغ ختم ہو جائے یعنی اسکی پگڑی گرا دی جائے۔

آزاد شود دهر ز اوهام و خرافات
آسوده شود خلق ز تخییل و توسوس

تاکہ لوگ اوہام پرستی وخرافات سے آزاد ہو جائیں لوگوں کو وسوسوں سے نجات ملے اور فکر کی دولت سے بہرہ مند ہوں۔

محکوم شود ظلم ببازوی مساوات

معدوم شود جهل ز نیروی تَفرّس

برابری کے بازو سے ظلم کی تا کہ مذمت کریں۔آزادی کی طاقت سے جہالت کو مٹائی جاسکے۔

گسترده شود در همه جا فرش عدالت

افشانده شود در همه جا تخم تونُس

ہرطرف انصاف کا قالین بچھائیں۔موانست (محبت و اخُوت) کے موتی ہر طرف بکھیرے جائیں۔

مرفوع شود حکم خلاف از همه آفاق

تبدیل شود اصل تباین به تجانُس

تا کہ اسلاف کا عدم مساوات کا حکم منسوخ ہوجائے اور مرد و زن کے تفاوت و فرق کو ایک جنس یعنی برابر کردیا جائے۔

طاہرہ قرۃ العین

حل لغات

انفس	:	سانسیں؛روحیں
تہ الحنک	:	پگڑی کا وہ حصہ جو ٹھوڑی کے نیچے سے گزرنے کے بعد سر کے گرد باندھا جاتا ہے۔
رزق	:	منافقت،تدبیر
تدلس	:	کسی چیز کو ہوشیاری سے سمجھنا
تفرس	:	آگاہی کے ساتھ سمجھنا
تجانس	:	جنسوں کا اتحاد؛مرد اور عورت کا ساتھ ہونا مساوات کا استعارہ ہے۔

غزل ۱۵

باختہ جان بہ ولایش ہمہ شاہد باشید
ایستادہ بہ وفایش ہمہ شاہد باشید

اے جانثاروں تم سب ولایت کے گواہ رہنا، اس کی وفاداری کے حلیفو تم تم سب گواہ رہنا

روز اول کہ رسیدم بہ مقام ازلی
محو بنمودہ سوایش ہمہ شاہد باشید

پہلے دن ہی میں ابدی مقام پر پہنچا، آپ سب اس کی گمشدگی کے گواہ رہنا

یعنی وہ عالم تنزیہ سے تشبیہہ میں آگیا
دورہا کو زدہ این چرخ مدوّر در چین
ایستادم بہ وفایش ہمہ شاہد باشید
آسمان نے اس زمانہ کو کیوں پریشانی وابتلا میں ڈال رکھا ہے تم میں اس کی وفا داری پہ ثابت قدم ہوں تم گواہ رہنا۔

نیست مقصود مرا غیر رضائش باالله

آمدم عین رضایش ہمہ شاہد باشید

میرا مقصد اللہ کو راضی کرنے کے سوا کچھ نہیں، میں عین رضا کے لئے آئی ہوں، تم گواہ رہنا

قرۃ العین نگر با نظر پاک صفا

کیست منظور بہایش ہمہ شاہد باشید

اے قرۃ العین دیکھو حضرت بہا کا کون منظور نظر ہے تم سب گواہ رہنا

خواہم از فضل خداوندی قیوم قدیم

ریزدم خون بہ بہایش ہمہ شاہد باشید

میں خداوند جس سے سب کی زندگی قائم ہے چاہتی ہوں مقصد بہاء کے لئے اپنا خون بہادوں تم سب گواہ رہنا۔

کلام منظوم ۴

من آن مرغ رمیده زآشیانم
که نشناسم بجز کاشانۂ تو

میں وہ مرغ ہوں جو اپنے گھونسلہ سے اڑ چکا اور جسے تیرے گھر کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

باز آبه پیشم بین قلب ریشم
تا کی گزاری در انتظارم

کبھی تو لوٹ کر آ اور میرے ٹوٹے ہوئے دل کو دیکھ میں کہاں تک تیرا انتظار کرتی رہوں۔

شده هر موی زلفت یک کمندم
که بر عشق تو کرده پای بندم

تیری زلف کا ہر بال ایک کمند ہے تیرے عشق نے مجھے پابند کر رکھا ہے

شدم ای دلبر بالا بلندم
هلاک از غمزه فتانه تو

اے معشوق میں بلند و بالا قد رکھتی تھی میں تیرے فتنہ انگیز غمزہ و ادا نے مجھے مار ڈالا

چون پادشاهی گاهی نگاهی

بر این اسیرت ای شهسوارم

جس طرح بادشاہ اپنے غلام پر نگہ ڈالتے ہیں۔اے شاہسوار مجھ پر اک نگاہ کرم ڈالیے

بعرش جان چو تو جانانه بود

که مهر از عارضت افسانهٔ بود

تیری روح کے عرش پر معشوق حقیقی جلوہ فرما تھی کہ مہر و محبت تیری چہرے سے
افسانہ ہوئی۔

بزیر دام زلفت دانهٔ بود

بدامم درفکند آن دانهٔ تو

تیری زلف کی نیچے گندم کا ایک دانہ تھا،اسی دانے کے دام نے مجھے گرفتار کرلیا

در محفل خود بارم ده ای یار

پیش رقیبان منما تو خارم

مجھے اپنی محفل میں مجھے جگہ دے اے میرے دوست،حریفوں کے سامنے،تو و
پُرخاش نہ ہو۔

فراق رویت ای سلطان خوبان

چو زلفت کرده عالم را پریشان

تیرے دیدار کے فراق نے دنیا کو زلف کی طرح برہم کر دیا ہے

بهر بزمی در آیم همچو طفلان

که شاید بشنوم افسانه تو

میں تیراافسانہ سننے کے لئے ہر بزم میں بچوں کی طرح چلی آتی ہوں۔

گر بر لب آری یکبار نامم

در خاک پایت صد جان فشانم

اگر تو ایکبار بھی اپنے ہونٹوں پر مرا نام لائے گا تو میں تیرے قدموں میں جان نچھاور کردوں گی۔

زدرد عشقت ای ماه حبیبان

رمیدند از مداوایم طبیبان

اے ماہ جبین تیرے دردِ عشق کے علاج سے طبیب عاجز آ کر طبیب فرار ہو گئے ہیں۔

خوش آن دم که علی رغم رقیبان

شرابی نوشم از پیمانه تو

میرے لئے خوشی کی گھڑی ہوگی جب میں رقیبوں علی الرغم تیرے پیمانہ سے شراب پیؤں گی۔

ای دل ستانم جز تو ندارم

نالان زهجرت همچون هزارم

اے میرے دل ستاں معشوق دل میرے پاس تیرے سوا کچھ نہیں۔
ہجر میں مجھا کیلے کے نالہا ہزار کی طرح ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہم ماہر مصور ہیں

کبھی ہم کہتے ہیں آپ کا پیار پولو

ہم اسے کنگھی جیسی عورت کہتے ہیں، کاش میں آپ کا کندھا ہوتا

تو دانی ای نگار ماهرویم
گهی چوگان عشقت همچو گویم

تو جانتا ہے اے معشوق ماہرو میں تیرے عشق کے بلّے کے آگے گیند کی طرح ہوں

بزلفانت زنی چون شانه گویم
که من ای کاش بودم شانۂ تو

کاش میں اس عورت کے ہاتھ کی کنگھی ہوتی جس سے وہ تیری زلفوں کی آرائش کرتی ہے۔

مردم بکویت در آرزویت
جز وصل رویت قصدی ندارم

تیری آرزو میں تیرے کوچے میں جان دے رہی ہوں تیرے وصل کے سوا مجھے کچھ نہیں درکار۔

ز عشقت گر بسوزد استخوانم
بجز نام ترا بر لب نرانم

اگر تیرے عشق میری ہڈیوں کو جلا بھی دے تو بھی میرے لبوں پہ تیرا ہی نام آئے گا

بپای آنکسی صد جان فشانم
که یکبارم برد بر خانه تو

میں اس پر سو جان نچھاور کروں گی جو مجھے ایکبار تیرے در تک پہنچائے ۔

سوز و ساز عاشقان دردمند
شورہای تازہ در جانم فکند

اہل درد عاشقوں کے پرسوز ہنگاموں نے میری جاں میں نئے ہنگامے برپا کردیے

مشکلات کہنہ سر بیرون زدند
باز بر اندیشہ ام شبخون زدند

پرانی مشکلات نے اپنا سر اٹھالیا اور ایک مرتبہ پھر میری فکر پر شب خون مارا

قلزم فکرم سراپا اضطراب
ساحلش از زور طوفانی خراب

میری فکر کا سمندر پوری طرح طوفان خیز بن گیا اور طوفان کی شدت سے اس کا ساحل خراب ہوگیا۔

گفت رومی وقت را از کف مدہ
اے کہ می خواہی کشود ہر گرہ

رومی نے کہا جو اپنی عقیدہ کشائی کا خواہاں ہے، تو وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے

چند در افکار خود باشی اسیر
این قیامت را برون ریز از ضمیر

تو کب تک اپنے افکار میں اسیر رہے گا۔ ضمیر کا یہ بوجھ باہر گرادے

قرۃ العین طاہرہ مشاہیر کی نظر میں

سیمرغ عشق و آزادی
مضمون از محمود کویر

محمود کویر از نویسندگان و ادباي گرانمایهء ایراني، در باره طاهره چنین می نویسد ۔ دراین خزان شگفت ، در این روزگار که ستم تازیانه بر کف و خنجر به دندان دارد، در این زمانه که ناسزایان و نانجیبانش،جز دشنام و دشمنی به نیش نمی کشند۔

روزگار خون و خنجر۔تازیانه و شمشیر۔تیغ و بند۔ترس و دروغ۔نفرت و کین باید از طاهره سخن گفت۔ از طاهره یاد گرفت ۔

ترجمہ

ایران کے مشہور ادیبوں میں سے ایک محمود کو ویر طاہرہ کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں۔

اس شاندار خزاں میں، اس دن اور زمانے میں جب ہتھیلی پر کوڑا اور دانت پر خنجر ہے۔اس دور میں جب ناسازیان اور ان کے نانجیبان صرف طعن و تشنیع اور دشمنی سے ڈنکتے ہیں۔خون اور خنجر کا وقت۔کوڑا اور تلوار۔استرا اور پٹا۔خوف اور جھوٹ نفرت اور

بغض طاہرہ کاذکر ہونا چاہیے۔اس نے طاہرہ سے سیکھا۔

بر ما چه می رود! این پریشانی و بی دانشی و کینه و دروغ، از کدام آبشخور ناپاک و پلیدی، هلاهل نوشیده است که چنین بر جان ما زهرآب می ریزد؟

چشم و گوش بسته و دهان گشوده ایم! که از بن دندانمان کین و نفرت بر خاک می چکد.

کمی بنشینیم و اندیشه کنیم. درنگ! درنگی باید!

خم خنجر و دم کینه و نیش شلاق و تیغ برهنه را وا نهیم و دمی. دمی. دمی در سایه سار دانش و عشق و آزادی بیاساییم.

بکوشیم که کار باید کرد. کاری کارستان که دیگر در این جهان، با دشنام و دشمنی کار از پیش نمی رود. با غوغا و فریاد و ترس و هراس کار از پیش نمی رود و این بار به منزل نمی رسد.

ہمیں کیا ہوتا ہے! یہ تکالیف، جہالت، بغض اور جھوٹ، کس ناپاک اور گندے چشمے سے زہر ہلاہل پیا، جو ہماری روحوں میں اس طرح زہر انڈیلتا ہے۔

ہماری آنکھیں اور کان بند ہیں اور ہمارے منہ کھلے ہیں! کہ نفرت ہمارے منہ سے زمین پر ٹپکتی ہے۔

چلو کچھ دیر بیٹھ کر سوچتے ہیں۔تاخیر! آپ کو انتظار کرنا پڑے گا!

خنجر کا جھکاؤ اور نفرت کی دم اور کوڑے کے کاٹنے اور ننگے بلیڈ کو ہٹا دیا جائے گا۔

دم بھر کے لئے آئیے ہم سب علم محبت اور آزادی کے سائے میں آرام کریں۔

آئیے وہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو کرنے کی ضرورت ہے۔کارستانی کا

کام جواب اس دنیا میں ممکن نہیں ہے،توہین اور دشمنی سے کیا ہوتا ہے۔چیخ و پکار،ڈر اور گھبراہٹ سے کام آگے نہیں بڑھے گا(وگرنہ یہ قافلہ)اس بار بھی منزل پر نہیں پہنچے گا۔

آن همه عشق و مدارا و مهر، خنده و شادی و امید، انسان و انسان و انسان که در آوازهای مولانا و حافظ و بایزید و حلاج بوده است، از برای کیست؟ از برای چیست؟

چرا تاریخ ما پر است از ـ کشتار مانویان، مزدکیان، قرمطیان، زندیقان، ملحدان، بابیان، بهاییان و ... تاکی؟ برای چه؟ اینان چه گناهی کرده بودند که چنین از سرهایشان مناره ساختیم و بر نطع خون نشاندیمشان؟ و به کجا رسیدیم؟!

وہ تمام محبت، رواداری، پیار،ہنسی،خوشی اور امید،انسان اور انسان اور انسان جو رومی، حافظ، بایزید اور حلاج کے گیتوں میں تھے،کیا وہ ان میں سے ہیں؟ اور کس سے ہیں؟

ہماری تاریخ کیوں بھری پڑی ہے :مانیکیوں، مزدکیوں، قرامطیوں، بدعتیوں،ملحدوں، بابیوں، بہائیوں اور.... تاکیوں کے قتل عام سے؟کس لیے انہوں نے کیا گناہ کیا کہ ہم نے ان کے سروں سے مینار بنا کر خون کی قربان گاہ پر رکھ دیا۔اور ہمیں کہاں ملا؟!

کرامت انسانی را پاس داریم. بیهوده تخم نفرت و جهل و تنبلی و جادو نیفشانیم. دمی!درنگی! عطر آواز طاهره می آید.

طاهره یکی از سرآمدان اصلاحات دینی وپیام آور آزادی زن ،

بود. گلی که در شوره زار ایران در خون و نمک پرپر شد.

طاهره، نخستین حضور زن ایرانی، به مانند یک زن،در میدان زندگی اجتماعی است۔

ہم انسانی وقار کا احترام کرتے ہیں ۔آئیے نفرت، جہالت، سستی اور جادو کے بیج بیکار نہ بوئیں ۔دم بھر ٹھہرو! طاہرہ کے گانے کی خوشبو آتی ہے:

طاہرہ مذہبی اصلاحات کے علمبردار رہنماؤں میں سے ایک تھیں اور خواتین کی آزادی کی پیامبر تھیں ۔ایران کے نمکین دلدل میں خون اور نمک سے بھرا ہوا پھول ۔

طاہرہ سماجی زندگی کے میدان میں ایک عورت کی حیثیت سے ایرانی خاتون کا پہلا ظہور ہے ۔

نخستین شکننده ی سنت های پوسیده و رنجبار تاریخی.

گرایش قره العین به باب به هر سبب که بوده باشد؛ از مهم ترین آنها خروشی دلاورانه بر ستم و برای آزادی زنان بوده است. کشتن طاهره نشان دهنده ستم بر زن و روشنفکر زمانه است. نشان پس ماندگی و حکومت جان سخت قبیله است. قبیله ای که با خنجر، اندیشه را گلو می برد

بوسیده اور مصیبت زده تاریخی روایات کا پہلا نازک۔

قرۃ العین کا باب کی طرف رجحان کسی بھی وجہ سے تھا؛ ان میں سے ایک سب سے اہم ظلم کے خلاف اور خواتین کی آزادی کے لیے دلیرانہ لڑائی لڑی ہے ۔طاہرہ کا قتل اس وقت کی خواتین اور دانشوروں پر ظلم کو ظاہر کرتا ہے ۔یہ قبیلے کی پسماندگی اور سخت زندگی حکمرانی کی علامت ہے ۔وہ قبیلہ جو سوچ کو خنجر سے مارتا ہے ۔

در زمانه ای که نیمی از مردم جهان با معنای آزادی آشنایی نداشتند۔

درجامعه ای که نود و هشت درصد مردانش نیز بی سواد بودند

درمیان مردمانی که به شمع آجین کردن آزادیخواهان می بالیدند

وروشنفکرانش درکشتار دگر اندیشان بر یکدگر پیشی می گرفتند

زنی برخاست:

دانشمند و فرهیخته

شاعری نام آور

مبارزی جسور و بی پروا

که از آزادی، صلح، آزادی زن، عدالت، جدایی دین از دولت سخن می راند۔

ایک ایسے وقت میں جب دنیا کے آدھے لوگ آزادی کے معنی سے واقف نہیں تھے۔

جس معاشرے میں اس کے ننانوے فیصد مرد بھی ناخواندہ تھے۔

ان لوگوں میں جو آزادی پسندوں پر فخر کرتے تھے۔

اوراس کے دانشور دوسرے مفکرین کو قتل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکل گئے۔

ایک عورت کھڑی ہوئی:

مفکر سائنس دان اور مہذب

مشہور شاعر

ایک بہادر اور لاپرواہ لڑاکا عورت جو آزادی، امن، خواتین کی آزادی، انصاف، ریاست سے مذہب کی علیحدگی کی بات کرتا ہے۔

و ما این همه را بر نتافتیم و هنوز نیز برنمی تابیم

و خفه اش کردیم

و هنوز بر نامش تازیانه می کوبیم.

قبیله نر، قبیله نادانی، قبیله کینه، قبیله دروغ ، قبیله کف بر لب و خنجر برکف؛ تاب دیدار عشق را نداشت. و طناب بر گلوی زنی تاباند که جز نام مبارک آزادی بر لب نداشت.

زنی که باید تندیس او را از طلا ساخت.

اور ہم نے ان سب پر قابو نہیں پایا اور اب بھی نہیں کریں گے۔

اور ہم نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔

اور ہم اب بھی اس کے نام کو کوڑے مارتے ہیں۔

مرد قبیلہ، قبیلہ جاہل، قبیلہ شر، قبیلہ کذب، "قبیلہ کف برلب وخنجر برکف" یعنی ایسا جو خواتین کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتا ہے اور ہاتھوں کو کاٹتا ہے اسے محبت سے ملنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ اور اس عورت کے گلے میں رسی چمکی جس کے لبوں پر آزادی کے مبارک نام کے سوا کچھ نہ تھا۔

وہ عورت جس کا مجسمہ سونے کا ہو۔

زنی که در آن غروب بدشت بر کرسی رفت و با انبوه مردمان از آزادی و عدالت و اندیشه سخن گفت.

حجاب از سر برگرفت و آتش در خانمان ستم و سکوت زد.

من بر آن نیستم که از او بنویسم. تنها نگاهی کوتاه به برخی نوشته های دیگران دارم دروصف این سیمرغ عشق و آزادی!

مرا در باره ی دین و آیین او نیز کاری نیست. من از کرامت انسانی، باورهای ارجمند اجتماعی و دلیری او در بیان اندیشه های خویش سخن می گویم.

من از تابیدن نوری در ژرفای تاریکی سخن می گویم. از خورشیدی که بر بام ایران تابید و نمی توان در چاه به زنجیرش کشید و نابودش کرد. خورشید دانایی بر بام بام این سرزمین خواهد تابید و این پرنده از دست های بریده ی حلاج و عین القضات و سهروردی و طاهره می نوشد

بشکریہ :سیراللہ واقفی

ایک عورت جو شام کو کرسی پر بیٹھی تھی اور مجمع سے آزادی، انصاف اور حریت فکر کے بارے میں بات کرتی تھی۔

اُس نے حجاب کیا اُٹھایا کہ جبر و خاموشی کے گھر میں آگ جل گئی۔

میں اس کے بارے میں نہیں لکھوں گا۔ میں نے محبت اور آزادی کے اس سیمرغ کے بارے میں کچھ دوسرے ادیبوں کی روشن تحریروں پر صرف ایک مختصر نظر ڈالی ہے!

میرا اس (طاہرہ) کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ میں انسانی وقار، معزز سماجی عقائد اور اپنے خیالات کے اظہار میں اس کی ہمت کی بات کر رہا ہوں۔

میں اندھیروں کی گہرائیوں میں روشنی چمکانے کی بات کر رہا ہوں۔اس سورج سے جو ایران کی چھت پر چمکتا ہے اور اسے کنویں میں جکڑ کر تباہ نہیں کیا جا سکتا۔علم کا سورج اس سرزمین کی چھتوں پر چمکے گا اور روشن فکری کا یہ پرندہ،حلاج،سہروردی اور طاہرہ کے کٹے ہوئے ہاتھوں سے ہی علم وعرفان کے جام پیئے گا۔

بشکریہ :سیر اللہ واقفی

یکی از شعرای مشهور ترک به نام سلیمان ناظم بیگ در کتابی که به نام " ناصر الدین شاه و بابی ها " نوشته، در آخر فصل مربوط به طاهره مینویسد .ای طاهره تو بیش از هزار ناصر الدین شاه ارزش داری .

ترجمہ:

سلیمان ناظم بی نامی ترکی کے مشہور شاعروں میں سے ایک ہیں انہوں نے اپنی کتاب ''ناصر الدین شاہ اور بابیز'' میں طاہرہ کے بارے میں اک باب کے آخر میں لکھتے ہیں :اے طاہرہ،تیری قدر ایک ہزار ناصر الدین سے زیادہ ہے۔(ناشاس)

پروفسور ادوارد براون شرق شناس معروف انگلیسی، در باره طاهره مینویسد .در هر دوره ای از تاریخ و در هر کشوری از کشورهای جهان ، ظهور زنی چون طاهره میتواند به عنوان حادثه ای استثنایی محسوب گردد . ولی بروز چنین پدیده ای از کشوری چون ایران را باید جزو عجایب روزگار و حتی معجزات به شمار آورد. او از لحاظ زیبایی ، نبوغ ذاتی ، بیان گرم و دلنشین ، شجاعت و شهامت در ابراز عقیده و بالاخره جانبازی در راه ایمان

و عقیده ، در بین زنان هموطنش بی نظیر و جاودانی است . اگر دیانت بابی هیچ نشان دیگری از عظمت و بزرگی نداشت ، فقط خلق قهرمانی چون طاهره برای اثبات حقانیت آن کافی بود ۔

(امید غدیری)

ایک مشہور انگریز مستشرق پروفیسر ایڈورڈ براؤن طاہرہ کے بارے میں لکھتے ہیں : تاریخ کے کسی بھی دور میں اور دنیا کے کسی بھی ملک میں طاہرہ جیسی عورت کا ظہور ایک غیر معمولی واقعہ سمجھا جا سکتا ہے ۔لیکن ایران جیسے ملک میں اس قسم کے واقعات کا رونما ہونا زمانے کے عجائبات میں شمار ہونا چاہیے اور معجزات میں بھی ۔وہ خوبصورتی، فطری ذہانت، گرمجوشی اور خوشگوار اظہار، اپنی رائے کے اظہار میں جرات و بہادری اور آخر میں ایمان ویقین کی وجہ سے اس کی بہادری کے لحاظ سے اپنے ملک (فارس) کی خواتین میں منفرد اور لازوال مقام رکھتی ہیں ۔اگر بابی کے مذہب میں عظمت کی کوئی اور نشانی نہ ہوتی تو صرف طاہرہ جیسی ہیروکی تخلیق ہی اس کی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہوتی ۔۔(امید غدیری)

هرجا سخنی ازطاهره به میان آید؛ بی اختیار انسان احساس غرور و افتخار می کند ؛ شیر زن نام آور و شجاع ایرانی که زن ایرانی و به طریقی زنان جهان را از قید اسارت و بندگی نجات داد یادش پایدار۔ نادرمیلانی

جب بھی طاہرہ کا ذکر آتا ہے ۔بے قابو ہو کر انسان فخر اور عزت محسوس کرتا ہے ۔شیر عورت ایک مشہور اور بہادر ایرانی خاتون ہیں جنہوں نے ایرانی خواتین اور ایک طرح سے دنیا کی خواتین کو قید اور غلامی سے بچایا۔اس کی یادداشت مستحکم ہے۔" نادر میلانی

سلام بر فخر زنان: جناب طاهره

جنابِ طاهره، فخرِ زنان بود
گُلِ بی خارو بی عیبِ زمان بود
نبودش طاقت و تابِ تحمّل
پیِ عشق وحقیقت،او رَوان بود
به علم و در شجاعت قرّةالعین
زنی یکتا به تاریخِ جهان بود
به دشتِ پُرشکوه، اندربَدَشت، او
بدونِ بُرقَع و پرده ،عیان بود
به یک دنیا شهامت،آن بُتِ ناز
زبانزد، بینِ اقوام و کَسان بود
بمانندِ مَهی، رخشان، پدیدار
بشد اسرارِحق، فاش، آَر،نهان بود
بدین جرأت بسی در شکّ فتادند
که آن هم درحقیقت امتحان بود
به دل، ایمان و عرفانی الهی
سراپا عشقِ محبوبش به جان بود
چنان عشقی که آن زیبایِ گُلرخ

به میدانِ شهادت ،شادمان بود

گذشت از جان شیرین، ازجوانی

یقین خنده بر آن لعلِ لبان بود

قرۃالعین طاہرہ کی مشہورِ زمانہ غزل کا ترجمہ: محمد خلیل الرحمٰن

گر مجھے حاضری ملے، ”چہرہ بہ چہرہ، رُو بہ رُو“
غم تیرا میں بیاں کروں، ”نکتہ بہ نکتہ ، مُو بہ مُو“

دِل میں تری تڑپ لیے، مثلِ صبا میں یوں پھروں
”خانہ بہ خانہ، در بہ در، کوچہ بہ کوچہ، کُو بہ کُو“

تیرے فراق میں مری آنکھوں سے ہے رواں دواں
”دجلہ بہ دجلہ ، یم بہ یم، چشمہ بہ چشمہ ، جُو بہ جُو“

عارِض و لب کے دائرے، تیرے یہ عنبریں خطوط
”غنچہ بہ غنچہ ، گُل بہ گُل، لالہ بہ لالہ، بُو بہ بُو“

گھائل کیا مجھے ترے ابرُو نے، چشم و خال نے
”طبع بہ طبع ، دِل بہ دِل، مہر بہ مہر ، خُو بہ خُو“

دِل نے مرے تُجھے بُنا زیست کے دائروں میں یوں
”رشتہ بہ رشتہ ، نخ بہ نخ، تار بہ تار، پُو بہ پُو“

دِل میں مِرے، مِرے صنم کچھ بھی نہیں ترے سِوا
”صفحہ بہ صفحہ، لا بہ لا، پردہ بہ پردہ، تُو بہ تُو“

ارواح جلیلۂ حلاج و غالب وقرۃ العین طاہرہ کہ بہ نشیمن بہشتی نگرویدند” و بگردش جاودان گرائیدند“ (القول)

قرۃالعین طاہرہ کی غزل کا ترجمہ از تابش دہلوی

تجھ پہ میری نظر پڑے ، چہرہ بہ چہرہ ، رُو بہ رُو
میں تیرا غم بیاں کروں ، نکتہ بہ نکتہ ، مو بہ مو

میں تیری دید کے لئے مثل ِ صبا رواں رواں
خانہ بہ خانہ ، در بہ در ، کوچہ بہ کوچہ ، کُو بہ کو

ہجر میں تیرے خوں ِ دل آنکھ سے ہے میری رواں
د جلہ بہ د جلہ ، یم بہ یم ، چشمہ بہ چشمہ ، جو بہ جو

یہ تیری تنگیئ د ہن ، یہ خط ِ روئے عنبریں
غنچہ بہ غنچہ ، گُل بہ گل ، لالہ بہ لالہ ، بو بہ بو

ابرو و چشم و خا ل نے صید کیا ہے مرغ ِ دل
طبع بہ طبع ، دل بہ دل ، مہر بہ مہر ، خو بہ خو

تیرے ہی لطف ِ خاص نے کر دئے جاں و دل بہم
رشتہ بہ رشتہ ، نخ بہ نخ ، تار بہ تار ، پو بہ پو

قلب میں طا ہرہ کے اب کچھ بھی نہیں تیرے سوا
صفحہ بہ صفحہ ، لا بہ لا ، پردہ بہ پر د ہ ، تو بہ تو

تابش دہلوی